ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

Vol.4 No.4 2021

فتنہ کا قرآنی تصور

THE CONCEPT OF PUGNACITY IN QURAN

[1]Dr Irshadullah, [2]Dr. Syed Mehmood Ahmad Hasnain, [3]Dr Usma Anser

[1]Theology Teacher Govt: Middle School No.1 Bandkurai D. I. Khan
[2]Assistant Professor , University of Education Lahore.
[3]The University of Haripur

ABSTRACT

The Holy Quran is the last divine book of Allah Almighty. It is sent for guidance of Human beings.On one hand,The Holy Quran has designated the way of Guidance for human and other hand it also has provided the material for the avoidance of abjection and abberance. Among these teaching of the Holy Quran providing awareness about pugnacity, Is also one of them, pugnacity means trial, violence, punishment or that disaster through which the Muslim's capability is tested.Pugnacity is a term used in the Holy Quran, which is a very vast term.The Scholars keep very much capacity in the use of it.In common simple terms pugnacity means confusion which proves dangerous for Constant and correct belief.In the present times the muslims are facing many types of difficulties, various types of rumours are circling around.In ths horrible situation the Holy Quran does not deprive the beleivers of guidance and direction.In this article it is tried to describing that in which meanings " pugnacity " is used in the Holy Quran and how the Holy Quran guide us about coming pugnacities in future.

Key words: Holy Quran, pugnacity, violence, confusion, situation.

آسمان دنیا کے نیچے اگر آج کسی کتاب کو کتابِ الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن سے پہلے بھی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کئی کتابیں نازل فرمائیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ سب کی سب انسانوں کی غفلت، گمراہی اور شرارت کا شکار ہو کر بہت جلد کلامِ الٰہی کے اعزاز سے محروم ہو گئیں۔ اب دنیا میں صرف قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو اپنی اصلی حیثیت میں آج بھی محفوظ ہے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ قرآن اس دنیا میں سب سے بڑی انقلابی کتاب ہے اس کتاب نے ایک جہان بدل ڈالا۔ اس نے اپنے زمانے کی ایک انتہائی پسماندہ قوم کو وقت کی سب سے بڑی ترقی یافتہ اور مہذب ترین قوم میں تبدیل کر دیا اور انسانی زندگی کے لیے ایک ایک گوشے میں نہایت گہرے اثرات مرتب کیے۔ آج بھی دنیا بھر کے مسلمان اس قرآن کو اللہ کی جانب سے نازل شدہ مانتے ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ یہ ایک بے مثل اور معجز کلام ہے۔ بندوں پر حجتِ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا واجب الاطاعت حکمنامہ ہے اور انسان کی دنیوی اور اخروی فلاح و کامرانی کا ضامن ہے۔ لیکن اس اعتقاد کے باوصف مسلمانوں نے اس کتابِ عظیم کی ہدایت و تعلیم سے مسلسل بیگانگی اختیار کی۔ جس کا فطری نتیجہ زوالِ امت کی شکل میں نکلا۔ کیونکہ قرآن مجید کو اس امت کے لیے عروج وزوال کا پیمانہ قرار دیا گیا ہے

شریعت کی اصطلاح میں فتنہ سے مراد فساد، عذاب یا وہ آفت ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کو آزمائش میں ڈال کر ان کے ظرف کی پہچان کی جاتی ہے۔ فتنہ کی اصطلاح بہت وسیع ہے اور اہل علم و دانش نے اس کے استعمال میں لچک رکھی ہے۔ عام طور پر لفظ فتنہ سے مراد وہ شورش ہے جو مسلمانوں کے راسخ و صحیح عقیدہ کے لیے خطرہ کا سبب بن جائے۔

دور حاضر میں اچھائی اور برائی آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ کتب خانوں اور انٹرنیٹ ویب سائٹس پر دیکھیں تو مستقبل کے بارے میں بہت سارے گمان اور تجسسات ملتے ہیں۔ فتنوں کے بارے میں کئی قسم کی خبریں اور افواہیں گردش کرتی رہتی ہیں۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور لاریب کتاب ہے جو قیامت تک پیش آنے والے حالات، واقعات، فتن اور مسائل کا صرف احاطہ کرتی ہے۔ اس لحاظ سے قرآن کریم نے امت اسلامیہ کے کیے مستقبل کے مختلف فتنوں کے بارے میں اجمالی ہدایت فراہم کی ہیں۔

فتنہ کا لغوی مفہوم؛

فتنہ کا لفظ عربی لغت میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔

ا۔ امتحان اور آزمائش:

لغت میں فتنہ سے مراد امتحان اور آزمائش ہے۔ اس کا مادہ فتن ہے۔ فَتَنَ الْفَاءُ وَالتَّاءُ وَالنُّونُ أَصْلٌ صَحِيحٌ يَدُلُّ عَلَى ابْتِلَاءٍ وَاخْتِبَارٍ. مِنْ ذَلِكَ الْفِتْنَةُ. [1]

فَتَنَ کی اصل ف۔ ت۔ ن ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ آزمائش اور امتحان (کے معنی) پر دلالت کرتا ہے۔ اسی سے (لفظ) فتنہ ہے۔

تاج العروس میں ہے:

الفِتْنَةُ الابْتِلاءُ والامْتِحانُ والاخْتِبارُ، وأَصْلُها مَأْخوذٌ مِن الفَتْنِ، وَهُوَ (إِذابَةُ الذَّهَبِ والفِضَّةِ بالنَّارِ لتَمَيُّزِ الرَّدِيءِ من الجَيِّدِ. [2]

فتنہ سے مراد ابتلاء، امتحان اور آزمائش ہے۔ اور یہ اصل میں فتن سے ماخوذ ہے۔ اور وہ فتن سونا اور چاندی کا آگ پر پگھلانا ہے تاکہ ردی چیز کو اچھی چیز سے علیحدہ کیا جاسکے۔

مختار الصحاح اور لسان العرب میں بھی یہی معنی مراد لیا گیا ہے۔ [3]

اسی طرح یہ لفظ جانچنے اور پرکھنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ المنجد میں فتنہ سے مراد سنار کا سونا کو پگھلا کر کھوٹا کھرا معلوم کرنا لیا گیا ہے۔ [4]

۲۔ عجب اور خود پسندی:

تاج العروس میں ہے: الفِتْنَةُ: إِعْجابُكَ بالشَّيْءِ۔ [5]

فتنہ سے مراد کسی چیز کے ذریعے عجب اور خود پسندی ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

۳۔ عذاب:

صاحب تاج العروس لکھتے ہیں:

والفِتْنَۃُ: (العَذاب نحو تَعْذيبِ الكُفّارِ ضَعْفَى المُؤمنين في أَوَّلِ الإِسْلام لِيَصُدُّوهم عَن الإِيمان۔[6]

فتنہ سے مراد وہ عذاب ہے جو کفار، اسلام کے شروع میں کمزور مسلمانوں کو ایمان سے روکنے کے لیے دیتے تھے۔

مصباح الغات میں فتنہ سے مراد آزمائش، گمراہی، کفر و رسوائی، رنج، دیوانگی، عبرت، عذاب، مال و اولاد، مرض، اختلاف رائے اور جنگ و جدال ہے۔[7]

قاضی زین العابدین بیان اللسان میں فرماتے ہیں:

فتنہ سے مراد گناہ، عذاب۔ مال، اولاد، آزمائش، محنت، گمراہی، تعجب، ناشکری، رسوائی، دیوانگی، گرویدہ نہ ہونا، اختلاف کرنا اور امتحان کے لیے سونا اور چاندی کو آگ میں ڈالنا اور گلانا ہے۔[8]

راغب اصفہانی نے المفردات فی غرائب القرآن میں فتنہ کے مندرجہ بالا تمام معنی مراد لیے ہیں۔[9]

فتنہ کا اصطلاحی مفہوم؛

علامہ جرجانی فرماتے ہیں:

الفتنة: ما يتبين به حال الإنسان من الخير والشر، يقال: فتنت الذهب بالنار، إذا أحرقته بها؛ لتعلم أنه خالص أو مشوب، ومنه: الفتانة، وهو الحجر الذي يجرب به الذهب والفضة.[10]

فتنہ وہ (صفت) جس سے انسان کی اچھی یا بری حالت ظاہر ہو۔ (جیسے) کہا جاتا ہے کہ آپ نے سونے کو آگ سے فتنہ دیا (یہ اس وقت کہا جاتا ہے) جب آپ سونا کو آگ پر جلائیں گے تاکہ سونے کے خالص ہونے یا ملاوٹ کو جان سکیں۔ اور اسی (لفظ) فتنہ سے فتّان ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس سے سونا اور چاندی کو پرکھا جاتا ہے۔

کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم میں فتنہ کی تعریف یوں ہے:

الفتنة: هي ما يتبيّن به حال الإنسان من الخير والشّر، وهي في الأصل إذابة الذهب في البوتقة بالنار ليظهر عياره۔[11]

یہ وہ (صفت) ہے جس کے ذریعے سے انسان کے خیر اور شر (نیکی اور برائی) کا حال معلوم ہو۔ اور اصل یہ ہے کہ جب سونا کو آگ کے ذریعے سے بھٹی میں پگھلایا جائے تاکہ اس کا کھوٹ ظاہر ہو جائے۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں فتنہ سے مراد عذاب یا وہ آفت ہے جس کے ذریعے سے مسلمانوں کو آزمائش میں ڈال کر ان کے ظرف کی پہچان کی جاتی ہے۔[12]

فتنہ عمومی طور پر جن معنی میں استعمال ہوتا ہے ان میں تعجب میں ڈالنا، مائل کرنا، فریفتہ کرنا اور گمراہ کرنا کے ہیں۔ اس کے علاوہ لفظ فتنہ سنار کا سونے کو پگھلا کر کھوٹا کھرا معلوم کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لفظ فتنہ جلانا، روک دینا، پھیر دینا، مصیبت زدہ ہو کر عقل یا مال کا چلا جانا، حق سے گمراہی، چوری، مرض، رسوائی، رنج، دیوانگی، اختلاف آراء، وقوع جنگ وجدال، پرکھنے کا آلہ اور کسوٹی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ فتنہ کے عام الاستعمال معنی جھگڑا، فساد، ہنگامہ، بلوہ، بغاوت، سرکشی، آزمائش اور گمراہی کے بھی ہوتے ہیں۔

فتنہ کا تصور قرآن کریم کی روشنی میں:

قرآن کریم میں فتنہ درج ذیل مفاہیم کے لیے استعمال ہوا ہے۔

ا۔ شرک فتنہ ہے:

فتنہ کا لفظ عربی زبان میں بڑے وسیع مفہوم اور کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً مشرکین مکہ کا بیت اللہ کا متولی ہونا اور بیت اللہ میں بت رکھنا، مسلمانوں کو بیت اللہ میں نماز ادا کرنے، حتیٰ کہ داخل ہونے سے روکنا یہ سب فتنہ کے کام ہیں گویا یہاں فتنہ سے مراد مشرکین مکہ کی ہر وہ حرکت ہے جو انہوں نے دین اسلام کو روکنے کی خاطر کی تھی۔ مثلاً مسلمانوں پر ظلم وستم اور جبر واستبداد، انہیں دوبارہ کفر پر مجبور کرنا، اگر وہ ہجرت کر جائیں تو ان کا پیچھا نہ چھوڑنا اور بعد میں ان کے اموال و جائیداد کو غصب کر لینا وغیرہ وغیرہ یہی سب باتیں فتنہ میں شامل ہیں۔

شرک کو بھی فتنہ کہا گیا کیونکہ اس سے بڑھ کر فتنہ یا آزمائش کی کوئی چیز، یا اللہ کے عذاب کے استحقاق کی کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی. کیونکہ شرک گناہوں میں، سب سے بڑا گناہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی نے معاف نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ﴾ [النساء:۴۸]

بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس بات کو کہ شرک کیا جائے اس کے ساتھ اور بخش دیتا ہے اس کے علاوہ جس کو چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شرک کے معاف نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس کے علاوہ وعدہ فرمایا ہے کہ اور دوسرے گناہ کو اللہ تعالی معاف کر دے گا اگر وہ چاہے، لیکن شرک کے بارے میں اعلان کر دیا ہے، اس کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔

شرک کا فساد قتل اور خون ریزی کے فساد سے بھی زیادہ بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالۡفِتۡنَۃُ اَکۡبَرُ مِنَ الۡقَتۡلِ ﴾ [البقرۃ:۲۱۷]

اور فتنہ انگیزی (شرک کا ارتکاب) قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

JAHAN-E-TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فوجی دستہ عبداللہ بن جحش کی قیادت میں وادی نخلہ کی طرف روانہ کیا، راستہ میں قریش کے ایک قافلہ سے مڈ بھیڑ ہوگئی جو طائف کی طرف سے آرہا تھا، ایک مسلمان تیر انداز نے عمرو بن الحضرمی کو قتل کر دیا، چونکہ رجب کا مہینہ تھا جو حرمت والا مہینہ ہوتا ہے، اس لیے کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عار دلایا کہ تم لوگ تو حرمت والے مہینوں کا بھی پاس نہیں رکھتے۔[13]

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ جس بات کا تم عار دلاتے ہو اگرچہ وہ بڑا گناہ ہے، لیکن اللہ کے دین سے روکنا، اللہ کا انکار کرنا، مسجد حرام سے روکنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو ان کے گھروں سے نکالنا، یہ جرام اللہ کے نزدیک بڑے ہیں، اور لوگوں کو ان کے دین اسلام پر چلنے کی وجہ سے آزمائشوں میں ڈالنا تو قتل سے بھی بڑا جرم ہے، اور یہ تمام عیوب تمہارے اندر پائے جاتے ہیں، لیکن تمہیں اپنے عیوب نظر نہیں آتے، اور مسلمانوں کو ان کی ایک غلطی کا عار دلاتے ہو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [البقرہ:۱۹۱]

اور فتنہ (شرک) قتل سے بھی زیادہ برا ہے۔

فتنہ کے معنی یہاں کسی کو جبر و ظلم سے اس کے مذہب سے برگشتہ کرنے کی کوشش کے ہیں۔ انگریزی میں اس کو (Persecution) کہتے ہیں۔ یعنی کسی گروہ یا شخص کو محض اس بنا پر ظلم و ستم کا نشانہ بنانا کہ اس نے رائج الوقت خیالات و نظریات کی جگہ کچھ دوسرے خیالات و نظریات کو حق پا کر قبول کر لیا ہے اور وہ تنقید و تبلیغ کے ذریعے سے سوسائٹی کے موجود الوقت نظام میں اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ آیت کا منشا یہ ہے کہ بلا شبہہ انسانی خون بہانا بہت برا فعل ہے، لیکن جب کوئی انسانی گروہ زبردستی اپنا فکری استبداد دوسروں پر مسلط کرے اور لوگوں کو قبول حق سے بجبر روکے اور اصلاح و تغیر کی جائز و معقول کوششوں کا مقابلہ دلائل سے کرنے کے بجائے حیوانی طاقت سے کرنے لگے، تو وہ قتل کی بہ نسبت زیادہ سخت برائی کا ارتکاب کرتا ہے اور ایسے گروہ کو بزور شمشیر ہٹا دینا بالکل جائز ہے۔

اگرچہ حدودِ حرم اور اشہر حرم میں قتل و قتال بڑی سنگین بات ہے لیکن جس گھر میں اللہ کے بندوں اور بندیوں کو اس بنا پر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ پر ایمان کیوں لائے، یہ ظلم و ستم اس قتل سے بھی زیادہ سنگین ہے۔ اس سنگین تر فتنہ کو مٹانے کے لیے تمہیں یہ اجازت دی جاتی ہے کہ اگر نوبت جنگ پیش آجائے تو تم کفار کو ترکی بہ ترکی جواب دو اور جہاں کہیں وہ تمہارے مقابل میں آئیں ان کو قتل کرو۔ یہ چیز نہ احترام حرم کے منافی ہے نہ حرمت اشہر حرم کے۔

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ، [البقرہ:۱۹۱] یہ تاکید ہے اس بات کی کہ مسلمان مسجد حرام کے پاس جنگ میں پہل نہ کریں۔ ہاں اگر ان کو مسجد حرام سے روکنے کے لیے ان پر کفار کی طرف سے حملہ کیا جائے تو اس کا منہ توڑ جواب دیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں:

فتنہ سے مراد کفار کا خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا اور مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکنا ہے۔ اشد کے یہ معنی ہیں کہ باعتبار گناہ کے اللہ کے نزدیک بہت برا ہے اور قتل سے یہ مطلب ہے کہ مسلمان ان کو قتل کریں اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ قتل ایک خاص وقت میں مباح کر دیا تھا۔[14]

تفسیر عبدالرزاق میں ہے: الشِّرْكُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔[15]

شرک قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

کافروں کا حرم میں شرک کرنا قتل کرنے سے زیادہ قبیح کام ہے تو حرم میں ان کے ساتھ لڑنے میں پریشان مت ہو۔[16]

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ فتنہ کا قتل سے سخت ہونا پانچ وجوہات کی بناء پر ہے۔

۱۔ شرک و کفر ایسا گناہ ہے جس کے کرنے سے انسان ہمیشہ کے عذاب کا مستحق بن جاتا ہے اور قتل میں ایسا نہیں ہے۔ کفر انسان کو امت سے نکال دیتا ہے اور قتل میں ایسا نہیں ہے تو کفر قتل سے بڑا گناہ ٹھہرا۔

۲۔ کفار کا کفر کرنا اور مؤمنوں کو ڈرانا اور ان پر اس قسم کی سختی کرنا کہ وہ اہل و عیال اور وطن کو دین سے پھر جانے کے ڈر سے چھوڑ دیں یہ سب کچھ فتنہ ہے بلکہ یہ اس قتل سے بھی سخت گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان دنیا کے غموں سے چھٹکارا پالیتا ہے۔

۳۔ اس سے مراد ہمیشہ کا وہ عذاب ہے جو ان کو ان کے کفر کے سبب ملے گا تو گویا اس طرح کہا گیا کہ جہاں کہیں کفار ملیں انہیں قتل کر دو اور جان لو کہ اس کے بعد اللہ کا وہ عذاب ہے جو اس سے بہت سخت ہے۔

۴۔ کفار کا مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکنا، ان کفار کو قتل کیے جانے سے زیادہ بڑا گناہ ہے کیونکہ وہ عبادات اور اطاعت سے منع کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں جس عبادت کے لیے انسان کو بنایا گیا ہے۔

۵۔ مؤمن کا دین سے پھر جانا یہ زیادہ بڑی بات ہے اس سے کہ اسے قید کر کے قتل کر دیا جائے۔[17]

﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ﴾ [البقرہ:۱۹۳]

اور جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ (شرک) باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے۔

اس آیت کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

صحیح بخاری میں روایت ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: « أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلاَةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الإِسْلاَمِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ » [18]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ یہ شہادت نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں ‘اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں جب وہ ایسا کریں گے تو حق اسلام کے ماسوا وہ اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ [انفال:۳۹]

ایسے لوگوں سے جہاد کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (شرک) باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لئے ہو جائے۔

محمد بن جریر طبریؒ فرماتے ہیں۔

قاتلوا حتی لایکون شرک یعنی یہاں تک لڑتے رہو کہ شرک باقی نہ رہے۔[19]

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

مشرکین عرب کے لیے یا تو اسلام ہے یا تلوار جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تقاتلوھم او یسلمون یعنی تم ان سے قتال کرو یا وہ اطاعت قبول کریں۔[20]

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

ان سے قتال کرو یہاں تک کے تم ان پر غالب آجاؤ تا کہ وہ تمھیں، تمھارے دین سے ہٹانہ دیں۔[21]

اللہ تعالیٰ کے دین کا مطلب ہے اللہ کی اطاعت ‘یعنی انسان دین اور دنیا کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کریں ‘اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق عبادت کریں ‘اس کے آگے سر جھکائیں اور اسی سے اپنی حاجات طلب کریں اور اپنی انفرادی ‘عائلی ‘اجتماعی ‘نجی ‘تمدنی اور کاروباری زندگی کے تمام معاملات میں اسی کے دیئے ہوئے نظام پر عمل کریں، اس کے برعکس اسلام کے علاوہ تمام ادیان اور مذاہب میں لوگ خود ساختہ طریقوں سے عبادت کرتے ہیں اور انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کرتے ہیں ‘اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ انسانوں کو انسانوں کی بندگی کرنے سے آزاد کراؤ اور سب انسانوں کو اللہ کی اطاعت میں داخل کردو اور جو شخص بھی اس مہم میں مزاحمت کرے اس کے خلاف قتال اور جہاد کرو حتی کہ ساری دنیا کے انسان اللہ کے مطیع ہو جائیں۔ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ ہر اس مشرک اور کافر کے خلاف جہاد کیا جائے جو دعوت اسلام کو مسترد کر دے اور اسلام نظام برپا کرنے کی مہم میں مزاحم ہو۔

یہاں فتنہ سے فتنہ شبھات بھی مراد ہو سکتا ہے جن میں سب سے بڑا فتنہ شرک اور محکم آیات کو چھوڑ کر تشابہ کے پیچھے لگنا اور صریح اور واضح سنت کو ترک کر دینا ہے.

۲۔ فساد و گمراہی فتنہ ہے:

فتنہ فساد و گمراہی کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔

﴿ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ ﴾ [توبہ:۴۸]

یہ لوگ اس سے پہلے بھی فتنہ انگیزی (گمراہی) کر چکے ہیں اور آپ کے امور کو درہم برہم کرنے کے لئے الٹ پھیر کرتے رہے ہیں۔

منافقین کا ذکر کر کے اللہ تعالی نے فرمایا ہمیشہ آپ کے خلاف فتنہ وفساد ڈھونڈتے رہے، فتنہ فساد کرتے رہے، اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ﴾ [آل عمران:۷]

اب جن لوگوں کے دل میں کجی ہے (پہلے ہی کسی غلط نظریہ پر یقین رکھتے ہیں) وہ فتنہ انگیزی (گمراہی) کی خاطر متاشبہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ فرماتے ہیں:

جن کے دل حق سے منحرف ہوتے ہیں وہ دوسرے سادہ لوح مسلمانوں کے سامنے آیات تشابہات کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جو محکم آیات کے منافی ہوتی ہیں۔ اور اس طرح ان کے دلوں میں قرآن واسلام کے متعلق طرح طرح کے شکوک اور وسوسے پیدا کر کے انہیں اپنے دین سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ تشابہات کی تاویل کرتے وقت محکم آیات کی پیروی کی جاتی اور ان کی روشنی میں ان کا مفہوم بتایا جاتا۔ لیکن کیونکہ نیت فاسد ہوتی ہے اس لئے وہ راہ راست کو چھوڑ کر پیچ در پیچ راہ اختیار کرتے ہیں۔[22]

فسادی لوگوں کے بارے میں علامہ غلام رسول سعیدی صاحب فرماتے ہیں:

” جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے “اس سے مراد نجران کے عیسائی ہیں کیونکہ انہوں نے قرآن مجید کی آیات سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے ابن اللہ ہونے پر استدلال کیا“ ۔[23]

﴿ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ﴾ [نساء:۹۱]

مگر جب بھی انہیں فتنہ (گمراہی) کا موقع ملتا ہے تو اس میں کود پڑتے ہیں۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

جب بھی انہیں مسلمانوں کے قتال (فساد) کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ اوندھے منہ چل پڑتے ہیں۔[24]

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴾ [انفال:۷۳]

اور جو کافر ہیں تو وہی ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ (گمراہی) اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔

مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

مہاجرین وانصار کو آپس میں ایک دوسرے کے اولیاء ہونا چاہیے جس میں باہمی امداد واعانت بھی داخل ہے اور وراثت بھی۔ دوسرے یہ کہ اس وقت کے مہاجر اور غیر مہاجر مسلمانوں کے آپس میں وراثت کا تعلق نہ رہنا چاہئے۔ مگر امداد و نصرت کا تعلق اپنی شرائط کے ساتھ باقی رہنا چاہئے۔ تیسرے یہ کہ کفار آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں ان کے قانون ولایت اور وراثت میں کوئی دخل اندازی مسلمانوں کو نہیں چاہئے۔ اگر ان احکام پر عمل نہ کیا گیا تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پھیل جائے گا۔[25]

یہ تنبیہ غالباً اس لئے کی گئی کہ جو احکام اس جگہ بیان ہوئے ہیں وہ عدل و انصاف اور امن عامہ کے لئے بنیادی اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان آیات نے یہ واضح کر دیا کہ باہمی امداد واعانت اور وراثت کا تعلق جیسے رشتہ داری پر مبنی ہے ایسے ہی اس میں مذہبی اور دینی رشتہ بھی قابل لحاظ ہے بلکہ نسبی رشتہ پر دینی رشتہ کو ترجیح حاصل ہے اسی وجہ سے کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ آپس میں نسبی رشتہ سے باپ اور بیٹے یا بھائی بھائی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی مذہبی تعصب اور عصبیت جاہلیت کی روک تھام کرنے کے لئے یہ بھی ہدایت دے دی گئی ہے کہ مذہبی رشتہ اگرچہ اتنا قوی اور مضبوط ہے مگر معاہدہ کی پابندی اس سے بھی زیادہ مقدم اور قابل ترجیح ہے۔ مذہبی تعصب کے جوش میں معاہدہ کی خلاف ورزی جائز نہیں۔ اسی طرح یہ بھی ہدایت دے دی گئی کہ کفار آپس میں ایک دوسرے کے ولی اور وارث ہیں ان کی شخصی ولایت ووراثت میں مداخلت نہ کی جائے۔ دیکھنے کو تو یہ چند فرعی اور جزئی احکام ہیں مگر درحقیقت امن عالم کے لئے عدل وانصاف کے بہترین اور جامع بنیادی اصول ہیں۔ اسی لئے اس جگہ ان احکام کو بیان فرمانے کے بعد ایسے الفاظ سے تنبیہ فرمائی گئی جو عام طور پر دوسرے احکام کے لئے نہیں کی گئی کہ اگر تم نے ان احکام پر عمل نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور فساد پھیل جائے گا۔ ان الفاظ میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کہ یہ احکام فتنہ و فساد کو روکنے میں خاص دخل اور اثر رکھتے ہیں۔

﴿ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا۟اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ﴾ [توبہ:۴۷]

اگر وہ تم میں نکلتے تو خرابی کے سوا تم میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے اور تم میں فتنہ (مصیبت) کی غرض سے تمہارے درمیان دوڑتے پھرتے۔

امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

"خبال" کے معنی خرابی اور فساد کے اور ایضاع کے معنی بھاگ دور کرنے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ جنگ کے لیے نہیں نکلے تو مصلحت الٰہی یہ تھی کہ یہ نکلیں۔ اگر تمہارے ساتھ ہو کر نکلتے تو تمہارے لیے یہ مفید بننے کے بجائے الٹے مصیبت بنتے، ان کی ساری بھاگ دوڑ تمہارے درمیان کوئی نہ کوئی فتنہ اٹھانے کی راہ میں ہوتی۔[26]

ایک جگہ ارشاد ہے۔

﴿ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ﴾ [توبہ:۴۹]

آگاہ رہو وہ فتنے (گمراہی) میں پڑ چکے ہیں۔

امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

یہاں بعض ایسے منافقین کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے جنگ تبوک میں عدم شرکت کے لیے یہ متقیانہ قسم کا بہانہ پیش کیا تھا کہ وہ عورت کے معاملے میں چونکہ بہت بے صبر ہیں اس وجہ سے انہیں اس جنگ کی شرکت سے معاف رکھا جائے مبادا وہ رومی عورتوں کے حسن وجمال سے کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔ اگرچہ یہ عذر پیش تو ایک آدھ احمقوں نے ہی کیا ہو گا لیکن یہ عذر کی ایک ایسی قسم تھی جس پر تقوی اور دین داری کا ملمع چڑھانے کی کوشش کی گئی تھی اس وجہ سے قرآن نے اس کا خاص طور پر ذکر فرمایا تاکہ مسلمانوں کو شیطان کے ایک خاص حربے سے آگاہ کر دیا جائے کہ کبھی کبھی وہ تقوی کے بھیس میں بھی حملہ آور ہوتا ہے۔ یہ عذر اسی قسم کا عذر ہے جیسا کہ بعض مدعیان تقوی نماز باجماعت کی حاضری سے متعلق پیدا کر لیتے ہیں اور اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ مسجدوں کی حاضری سے اس لیے بچتے ہیں کہ اپنے آپ کو ریا کے فتنہ سے محفوظ رکھیں۔ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا نہایت بلیغ فقرہ ہے۔ یعنی تبوک پہنچ کر فتنہ میں مبتلا ہونا تو بھی دور کی بات تھی، یہ تو گھر بیٹھے ہی فتنہ میں اوندھے منہ گر پڑے۔ اس لیے کہ فرائض دینی سے فرار کے لیے اس قسم کا عذر تراشنا بجائے خود ایک ایسا فتنہ ہے جس کے بعد ان کی خانہ ویرانی کے لیے کسی اور فتنہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔[27]

خلاصہ یہ ہوا کہ منافقین کو اللہ کی طرف سے کوئی آزمائش آتی ہے تو اللہ کی عبادت کرتے ہیں، لیکن جب ان پر کوئی مصیبت آن پڑتی ہے تو اللہ کے خلاف شکوے کرنے لگتے ہیں. جیسا کہ آج کل کے لوگ کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو روزہ نماز نہیں پڑتے وہ آرام سے ہیں، اور ہم روزہ نماز پڑھتے ہیں پھر بھی مصیبت میں مبتلا ہیں. حالانکہ ان لوگوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ کچھ ایسے فتنے ہوتے ہیں جو آدمی کے درجات بلند کرنے یا اس کے گناہ مٹانے کے لیے اس پر مسلط کر دیے جاتے ہیں تو ایسے میں صبر اور شکر سے کام لینا چاہیے.

مندرجہ ذیل آیات بھی گمراہی وفساد کا مفہوم دیتی ہیں۔

﴿ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ ﴾ [توبہ:۴۸]

یہ لوگ اس سے پہلے بھی فتنہ انگیزی (گمراہی) کر چکے ہیں اور آپ کے امور کو درہم برہم کرنے کے لئے الٹ پھیر کرتے رہے ہیں۔

﴿ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ [المدثر:۳۱]

اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش (گمراہی) کے لئے مقرر کی ہے۔

۳۔ عذاب اور مصیبت فتنہ ہے:

فتنہ عذاب ومصیبت کے معنی میں بھی اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں استعمال کیا ہے، برے کاموں کی پاداش میں اگر اللہ تعالی نے کسی کو عذاب میں مبتلا کیا تو اللہ تعالی نے اس کو بھی فتنہ کا نام دیا ہے۔ جو نیکوکار بھی ہیں وہ بھی ان ظالموں کے بیچ میں انہیں بھی ان کی آگ لگے گی یا ان پر بھی اس کی آنچ آئے گی۔ آدمی کو برے لوگوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے، کچھ نہ کچھ ان کے غلط اخلاق کی گندی ہوا ان کو بھی پہنچے گی. اس لیے وسیع پیمانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم بری ہیں ہر اس شخص سے جو کافروں کے بیچ میں سکونت پذیر ہوتا ہے، کیونکہ وہ جو وہاں غلط کام ہونگے اس کا اثر آہستہ آہستہ اس کے دل پر بھی ضرور پڑے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فتنہ کے لیے یالوگوں کوڈرانے کے لیے عذاب بھیجتے ہیں، گویایہ بھی ایک آزمائش کے معنی سے دور نہیں ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو مصیبت بھیجتے ہیں، انہیں ہلاک کرنے کے لیے نہیں، بلکہ انہیں تنبیہ کرنے کے لیے. پیارے رسول نے دعافرمائی تھی اور اللہ تعالی نے پیارے رسول سے وعدہ فرمایاہے کہ ہم تمہاری امت کو عام عذاب میں ہلاک نہیں کریں گے لیکن تنبیہ کے لیے ان کو مصیبت میں مبتلا کریں گے، لعلھم یرجعون، تاکہ وہ اللہ کی طرف لوٹیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری یہ امت، امت مرحومہ ہے(اللہ کی رحمت ہے اس پر)اس کے اوپر آخرت میں کوئی عذاب نہ ہو گا جبکہ دنیامیں اس کے عذاب فتنے، زلزلے، قتل غارت گری ہوں گے۔[28]

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے

﴿ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ﴾ [انفال:۲۵]

اور اس فتنہ (مصیبت وعذاب) سے بچ جاؤ جو صرف انہی لوگوں کے لئے مخصوص نہ ہو گی جنہوں نے تم میں سے ظلم کیاہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتنوں، آزمائشوں اور عذاب سے ڈرایاہے کہ اگر ظالموں پر عذاب نازل ہوا تو وہ صرف ظالموں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ تم سب پر نازل ہو گا اور نیک لوگوں اور بدکاروں سب پر یہ عذاب نازل ہو گا۔اس قسم کے فتنہ یعنی عذاب ومصیبت سے بچنے کے لیے اجتماعی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھا اور فرمایا عرب کے لئے اس شر سے ہلاکت ہے جو قریب ہو گیا ہے آج کے دن یاجوج ماجوج کو روکنے والی دیوار میں اس کے برابر سوراخ ہو گیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی سے گول دائرے سے نشان بناکر دکھایا زینب ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم صالحین کے ہونے کے باوجود ہلاک کر دیئے جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہاں جب برائی زیادہ ہو جائے گی۔[29]

اس آیت کی تفسیر میں غلام رسول سعیدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے درمیان بدکاروں کو نہ رہنے دیں ورنہ اللہ تعالیٰ سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔[30]

امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

یہ خطاب پورے معاشرے سے عموماً اور ان لوگوں سے خصوصاً ہے جن پر انفرادی اصلاح کا رجحان غالب تھا اور اس رجحان کے سبب سے انہیں اس امر سے کچھ زیادہ تعلق خاطر نہ تھا کہ دوسرے لوگ کیا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو جھنجھوڑنے کے لیے فرمایا کہ اپنے معاشرے کے اندر ابھرنے والی خرابیوں سے بے تعلق نہ رہو بلکہ اپنے امکان اور اپنی صلاحیت کے حد تک اس کی اصلاح کی کوشش کرو اس لیے کہ معاشرے میں اگر کوئی خرابی جڑ پکڑ لے تو وہ بالتدریج ایک وبا کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور جب وباعام کی صورت اختیار کرلیتی ہے تو اس کے برے اثرات ونتائج انہی لوگوں کی حد تک محدود نہیں رہتے جو بالفعل ان برائیوں میں ملوث ہوتے ہیں بلکہ ان خرابیوں پر راضی یا خاموش رہنے والے بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں اگرچہ وہ عملاً ان میں مبتلانہ ہوں۔[31]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ﴾ [المائدہ:۷۱]

اور انہوں نے سمجھا کہ کوئی آزمائش (عذاب ومصیبت) نہ آئے گی تو اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ نے ان پر رجوع کیا۔

غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بنو اسرائیل کا گمان یہ تھا کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا ہے، اس کی دنیا میں اس کو کوئی سزا نہیں ملے گی اور اس وجہ سے ان پر مصائب طاری نہیں ہوں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ آخرت میں بھی ان کو عذاب سے نجات ہو جائے گی کیونکہ وہ اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں۔[32]

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ﴾[العنکبوت:۱۰]

اور بعض وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے پس جب انہیں اللہ کی راہ میں کوئی اذیت دی جاتی ہے تو وہ لوگوں کی ایذاء کو اللہ کے عذاب کی طرح بنالیتے ہیں۔

امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

لوگوں کے ہاتھوں آدمی کو جو دکھ پہنچے ہیں ان کو فتنہ یعنی آزمائش سے تعبیر فرمایاہے اس لئے کہ ان کی حیثیت بہر حال ایک آزمائش سے زیادہ نہیں ہوتی لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ پیش آئے گا اس کو عذاب سے تعبیر فرمایا اس لئے کہ وہ در حقیقت عذاب ہو گا جس سے مفر کی کوئی صورت نہیں ہو گی۔[33]

درج ذیل آیات بھی فتنہ کو عذاب ومصیبت کے مفہوم میں بیان کرتی ہیں۔

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور:۶۳]

تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔

﴿ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُۨ انْقَلَبَ عَلٰي وَجْهِهٖ ﴾ [الحج:۱۱]

اور اگر کوئی فتنہ (مصیبت) پڑ جائے تو الٹا پھر جاتا ہے۔

﴿ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ﴾ [الحج:۵۳]

تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسہ کو ان لوگوں کے لئے فتنہ (مصیبت وعذاب) بنادے جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے۔

﴿ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُىِٕلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴾[احزاب:۱۴]

JAHAN TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

اور اگر کفار کے لشکر اطراف مدینہ سے ان پر چڑھ آتے اور انھیں فتنہ کی دعوت دیتے تو یہ منافق فوراًمان لیتے اور اس میں کچھ زیادہ دیر نہ کرتے۔

4۔مال اور اولاد فتنہ ہے:

مال اور اولاد ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان کا فطری لگاؤ اور محبت ہوتی ہے اور انہیں کے ذریعہ مسلمان کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے اور یہ آزمائش ایسی پر خطر ہوتی ہے کہ انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ آزمائش میں پڑا ہوا ہے۔ پھر ان میں سے مال کا فتنہ اولاد کے فتنہ سے شدید ہوتا ہے اس لیے اس کو پہلے ذکر کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'اللہ کی قسم!میں تمہارے محتاج ہونے سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی۔ پھر تم اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگ جاؤ، تو وہ تمہیں اس طرح ہلاک کر دے جیسے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔[34]

اولاد کے ذریعہ انسان کی آزمائش کا دائرہ مال کی آزمائش سے زیادہ وسیع ہے۔ اولاد اگر کسی کے ہاں نہ ہو تو بھی یہ ایک آزمائش ہے۔ ایسی صورت میں انسان اور بالخصوص عورتیں شرک جیسے بدترین گناہ پر آمادہ ہو جاتی ہیں اور پیروں فقیروں کے مزاروں اور مقبروں کے طواف کرتی اور ان کی منتیں مانتی ہیں اور اگر کسی کے ہاں زیادہ ہو تو وہ دوسری طرح آزمائش ہوتی ہے۔ کفار مکہ میں جو قتل اولاد کا دستور عام رائج تھا تو اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ہم انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ گویا اولاد کے رزق کا اپنے آپ کو ٹھیکیدار سمجھنا اور اللہ پر قطعاً توکل نہ کرنا بھی شرک سے ملتا جلتا اور بعض پہلوؤں میں اس سے بڑھ کر کبیرہ گناہ ہے۔ پھر اولاد کی تربیت کا مرحلہ آتا ہے تو یہ بھی انسان کے لیے بہت بڑی آزمائش کا وقت ہوتا ہے کہ آیا وہ اپنی اولاد کو دینی تربیت دیتا اور دین کی راہ پر چلاتا ہے یا محض ان کے لئے دنیا کمانے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور یہ انسان کی زندگی کا ایسا نازک موڑ ہوتا ہے جس کے اچھے یا برے نتائج خود اس کو اس دنیا میں بھگتنا پڑتے ہیں اور آخرت میں تو ان پر سزا و جزا کا مرتب ہونا ایک یقینی بات ہے۔ پھر اس کے بعد اولاد کی آرزوؤں کی تکمیل کا مرحلہ پھر ان کی شادی اور شادی کے سلسلہ میں رشتہ کے انتخاب کا مرحلہ آتا ہے کہ وہ کس قسم کا رشتہ اپنے بیٹے یا بیٹی کے لیے پسند کرتا ہے اور یہ بھی ایسا مرحلہ ہوتا ہے جس کے نتائج انتہائی دور رس ہوتے ہیں اور ایسے ہی مرحلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنی دینداری کے دعویٰ میں کس حد تک سچا اور مخلص ہے اور اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت ہے۔ مختصر یہ کہ اولاد کا فتنہ ایسا فتنہ ہے جس کے ذریعہ انسان کی ہر وقت آزمائش ہوتی رہتی ہے۔

بعض دفعہ مال اور اولاد دونوں کے فتنے ایک فتنہ میں مشترک ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ بعض مسلمانوں نے محض مال اور اولاد کی خاطر مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کی تھی۔ حالانکہ اگر وہ چاہتے تو ان میں ہجرت کرنے کی استطاعت موجود تھی۔ ان پر جائیداد اور اولاد کی محبت غالب آگئی۔ اولاد، رشتہ داروں اور مال و متاع کی محبت اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت سے مانع ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا:

﴿ قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِيۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ ۨاقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ‌ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴾ [توبہ:۲۴]

آپ کہیے کہ اگر تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تمہاری وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں خطرہ ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان، تمہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظام کرو حتی کہ اللہ اپنا حکم نافذ کردے، اور اللہ فاسق لوگوں کو منزل مقصود پر نہیں پہنچاتا۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُلۡهِكُمۡ اَمۡوَالُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ‌ۚ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰ لِكَ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ﴾[منافقون:۹]

اے ایمان والو!تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جس نے ایسا کیا تو وہی در حقیقت نقصان اٹھانے والے ہیں۔

جو لوگ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت میں کمزور ہیں وہ در حقیقت مال و اولاد کی محبت میں گرفتار ہیں۔ مال و اولاد کی محبت جب اس درجہ غالب آجائے کہ آدمی ان کے پیچھے خود اس کے حقوق و فرائض سے جی چرانے لگے جس کے فضل سے مال و اولاد ملے ہیں تو پھر مال و اولاد فتنہ بن جاتے ہیں۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی ہو یا دوسروں کے حقوق میں خیانت، اگر اس کے اسباب کا سراغ لگایا جائے تو اس کی تہ میں انہی دو چیزوں کی حد سے بڑھی ہوئی محبت نکلے گی۔ اس اعتبار سے یہ نفاق کا سب سے بڑا دروازہ ہیں اور اسی پہلو سے ان کو فتنہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ﴾ [انفال:۲۸]

اور جان لو کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ (آزمائش) ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں۔

" انسان کے اخلاص ایمانی میں جو چیز بالعموم خلل ڈالتی ہے اور جس کی وجہ سے انسان اکثر منافقت، غداری اور خیانت میں مبتلا ہوتا ہے وہ اپنے مالی مفاد اور اپنی اولاد کے مفاد سے اس کی حد سے بڑھی ہوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ یہ مال اور اولاد، جن کی محبت میں گرفتار ہو کر تم عموماً راستے سے ہٹ جاتے ہو، دراصل یہ دنیا کی امتحان گاہ میں تمہارے لیے سامان آزمائش ہیں۔ جسے تم بیٹا یا بیٹی کہتے ہو حقیقت کی زبان میں وہ دراصل امتحان کا ایک پرچہ ہے۔ اور جسے تم جائیداد یا کاروبار کہتے ہو وہ بھی در حقیقت ایک دوسرا پرچہ امتحان ہے۔ یہ چیزیں تمہارے حوالہ کی ہی اس لیے گئی ہیں کہ ان کے ذریعہ سے تمہیں جانچ کر دیکھا جائے کہ تم کہاں تک حقوق اور حدود کا لحاظ کرتے ہو، کہاں تک اپنے نفس کو جو ان دنیوی چیزوں کی محبت میں اسیر ہوتا ہے، اسی طرح قابو میں رکھتے ہو کہ پوری طرح بندہ حق بھی بنے رہو اور ان چیزوں کے حقوق اس حد تک ادا بھی کرتے رہو جس حد تک حضرت حق نے خود ان کا استحقاق مقرر کیا ہے"۔[35]

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

JAHAN TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

﴿ اِنَّمَآ اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ﴾[التغابن:۱۵]

بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔

مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں:

"مال واولاد کی محبت انسان کے لئے بڑا فتنہ اور آزمائش ہیں انسان اکثر گناہوں میں خصوصاً حرام کمائی میں انہیں کی محبت کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے"۔[36]

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكۡرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِ ، وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَهَانَنِ ﴾[الفجر:۱۶،۱۵]

مگر انسان کا حال یہ ہے کہ اس کا رب جب اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اسے عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنا دیا۔ اور جب وہ اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔

سید قطب شہیدؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ انسان کو دونوں طرح سے آزماتا ہے کبھی مال و دولت سے، کبھی فقر و فاقہ سے، کبھی انعام و اکرام سے اور کبھی تنگ دستی سے، انسان اپنے آپ کو بلند مرتبہ جان کر انعام و اکرام کی صورت میں تو اپنے آپ کو اس کا صحیح حق دار جانتا ہے، شکریہ تک ادا نہیں کرتا، مال و دولت میں کسی غریب مسکین کا کوئی حق نہیں سمجھتا، غرور میں آجاتا ہے دوسری حالت میں اپنے آپ کو اتنا بلند مرتبہ سمجھنے لگتا ہے کہ تنگی کی حالت گویا اللہ کی طرف سے اس کی توہین ہے وہ تو صرف انعام و اکرام کا حقدار تھا یہ تنگی ترشی کیسی؟ انسان ان دونوں حالتوں میں اپنے تصور اور اندازے میں صریحاً غلط کار اور خاطی ہے۔ رزق کا پھیلاؤ اور اس کی تنگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کا ابتلاء ہے کہ آیا وہ نعمت پر شکر گزار ہوتا ہے یا مغرور متکبر۔ تنگی ترشی میں صبر کرتا ہے یا شکوہ و شکایت کی زبان کھول کر اللہ پر الزامات کی بوچھاڑ کر دیتا ہے۔[37]

مال اور اولاد کے فتنہ ہونے کے بارے میں صوفی عبدالحمید سواتی فرماتے ہیں کہ انسان ان دو چیزوں کی وجہ سے کئی قسم کی برائیوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ اولاد کی خاطر دھوکہ فریب اور چوری کا ارتکاب کرتا ہے اور مشتبہ اور حرام مال کے حصول سے بھی اجتناب نہیں کرتا۔ مال اسی لحاظ سے آزمائش ہے۔[38]

نتائج بحث:

۱۔ فتنہ کا مادہ، ف، ت، ن سے ہے اور لغت میں یہ لفظ امتحان، آزمائش، عجب، خودپسندی اور عذاب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۲۔ اصطلاح میں فتنہ سے مراد یہ ہے کہ کسی مسلمان کو آزمائش اور امتحان میں ڈال کر اس کے ظرف کی پہچان کی جائے۔

۳۔ فتنہ شرک کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور اس کو قتل سے بھی شدید کہا گیا ہے کیونکہ قتل دنیوی خسارہ ہے جبکہ شرک دائمی خسران ہے۔

۴۔ فتنہ قرآن کریم میں فساد و گمراہی کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

۵۔ فتنہ کو عذاب و مصیبت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور یہ کہ مسلمانوں کے لیے یہ آزمائش آخرت کے دائمی عذاب سے نجات کے لیے معاون و مددگار ہے۔

۶۔ مال اور اولاد کو بھی قرآن کریم نے فتنہ سے موسوم کیا ہے اور اس فتنہ کو گناہوں اور فسادات کی جڑ بتایا ہے۔

۷۔ قرآن کریم میں فتنہ، ف، ت، ن کے مادہ سے ساٹھ مقامات پر مختلف الفاظ و معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لفظ فتنہ کا استعمال اور اس کے معانی کو پہچاننا بھی بہت بڑا فتنہ (امتحان) ہے۔

حوالہ جات

[1]۔ رازی، احمد بن فارس بن زکریا، معجم مقاییس اللغہ (دارالفکر، 1979ء)، تحت مادہ فَتَنَ

[2]۔ حسینی، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق، تاج العروس من جواہر القاموس (دار الهداية، س،ن)، تحت مادہ فَتَنَ

[3]۔ رازی، محمد بن ابی بکر، مختار الصحاح (بیروت: مکتبہ العصریہ، 1999ء) تحت مادہ فتن

[4]۔ لویس معلوف، المنجد: مترجم، عبد لحفیظ بلیاوی، (لاہور: خزینہ علم وادب، س،ن)، تحت مادہ فتن

[5]۔ تاج العروس من جواہر القاموس، تحت مادہ الفِتْنَةُ

[6]۔ ایضاً۔

[7]۔ بلیاوی، عبد لحفیظ، مصباح الغات (لاہور: مکتبہ المصباح، س،ن)، تحت مادہ فتن

[8]۔ میرٹھی، زین العابدین، بیان اللسان (کراچی: مکتبہ دارالاشاعت، 2007ء)، تحت مادہ فتن

[9]۔ اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غرائب القرآن (مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، س،ن)، ج1، ص 481

[10]۔ جرجانی، علی بن محمد، کتاب التعریفات (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1983ء)، ص165

[11]۔ تھانوی، محمد بن علي، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم (مکتبہ لبنان، 1996ء)، تحت مادہ الفِتْنَةُ

[12]۔ قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا (لاہور: مکتبہ الفیصل، س۔ن)، ج2، ص1238

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

[13]۔ قرطبی، محمد بن احمد، جامع الاحکام القران (قاہرہ: دارالکتب مصریہ، 1964ء)، ج2، ص351

[14]۔ پانی پتی، ثناءاللہ، تفسیر مظہری (مکتبہ رشید، 1412ھ)، ج1، ص213

[15]۔ عبدالرزاق بن ہمام، تفسیر عبدالرزاق (بیروت: دارالکتب علمیہ، 1419ھ)، ج1، ص314

[16]۔ آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (مکتبہ رشیدیہ)، ج1، ص645

[17]۔ رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغائب المعروف تفسیر کبیر (داراحیاءالتراث العربی، 1420ھ)، ج5، ص290

[18]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ (دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، ج1، ص14

[19]۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن (موسسۃ الرسالہ، 1429ھ)، ج3، ص580

[20]۔ روح المعانی، ج1، ص645

[21]۔ تفسیر کبیر، ج5، ص291

[22]۔ ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشرز، 1995ء)، ج1، ص209

[23]۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن (لاہور: فرید بک سٹال، 2009ء)، ج2، ص63

[24]۔ روح المعانی، ج5، ص145

[25]۔ محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 1429ھ)، ج4، ص299

[26]۔ اصلاحی، محمد امین احسن، تدبر القرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 2009ء)، ج3، ص585

[27]۔ ایضاً، ج3، ص586

[28]۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد (بیروت: مکتبہ العصریہ)، ج4، ص105

[29]۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی (الجامع الکبیر) (بیروت: دارالغرب الاسلامی، 1998ء)، ج4، ص480

[30]۔ تبیان القرآن، ج4، ص606

[31]۔ تدبر القرآن، ج3، ص459

[32]۔ تبیان القرآن، ج3، ص258

[33]۔ تدبر القرآن، 6ج، ص12

[34]۔ صحیح بخاری، ج8، ص90

[35]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن (لاہور: ترجمان القرآن، 2005ء)، ج2، ص45

[36]۔ معارف القرآن، ج8، ص471

[37]۔ سید قطب ابراہیم، تفسیر فی ظلال القرآن (بیروت: مکتبہ دارالشروق، 1412ھ)، ج6، ص3902

[38]۔ صوفی، عبدالحمید، معلم العرفان فی دروس القرآن (گوجرانوالہ: مکتبہ دروس القرآن، 2007ء)، ج9، ص 123